جناب ارشاد احمد حقانی
سینئر ایڈیٹر روزنامہ جنگ لاہور

جدید ملتِ اسلامیہ کا ظہور اور عالمی خلافت اسلامی کے قیام کے امکانات

امہ کو درپیش داخلی و خارجی چیلنجوں کا صحیح ادراک کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم دیکھیں کہ ۲۱ویں صدی کے آغاز پر ہم کہاں کھڑے ہیں اور ماضی کے مقابلے پر آج ہماری قوت اور ضعف کے عوامل کیا ہیں۔ ۱۹ ویں صدی کے آغاز پر عالم اسلام زوال اور انحطاط کے ایک نئے دور میں داخل ہو رہا تھا۔ 1798ء میں نیپولین نے مصر پر حملہ کیا اور 1799ء میں لارڈ ولزلے نے ٹیپو سلطان کو میسور میں شکست دی۔ یہ مسلمانوں کی سیاسی اور فوجی شکستوں کا نقطہ عروج تھا۔ 20ویں صدی کے پہلے ربع میں زوال کا یہ عمل کئی قدم آگے بڑھ گیا۔ خلافت عثمانیہ رسمی طور پر ختم ہو گئی اور پہلی جنگ عظیم کے انجام نے خلافت عثمانیہ کی تقدیر پر شکست کی مہر ثبت کر دی۔ باقی کی مسلم دنیا چند پاکٹس کو چھوڑ کر یورپی اقوام کے کسی نہ کسی شکل کے تسلط کے تحت آچکی تھی اس کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ تمام مسلمان ممالک میں ایسے نئے طبقے ابھرے جو حکمران نو آبادیاتی قوتوں کی تخلیق اور ان کے خلاف تھے اور انہوں نے نو آبادیاتی طاقتوں کی زبانیں اور مغربی علوم سیکھنا شروع کر دیئے۔ یوں مسلمان معاشروں میں ایک نیا طبقہ پیدا ہوا جس کے ماخذ رہنمائی اسلامی کی بجائے مغربی تھے اور جس کی طاقت اور اقتدار اپنے عوام کی رضامندی اور حمایت کی بجائے نو آبادیاتی قوتوں کے براہ راست یا بالواسطہ مرہون منت تھے لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا میں حق خود ارادیت کی جو لہر آئی اس کے نتیجے میں بہت سے مسلمان ممالک بتدریج مغربی تسلط سے آزاد ہونا شروع ہو گئے۔ اب 21ویں صدی کے آغاز پر صورت یہ ہے کہ دنیا میں 50 سے زیادہ آزاد مسلم ممالک ہیں لیکن ان میں سے بیشتر میں ایسی حکومتیں قائم ہیں اور ایسے حکمران طبقے غالب ہیں جو اپنے تسلسل اور وجود کے لئے اپنے عوام کی رضامندی اور انتخاب کے مرہون منت نہیں ہیں۔ ان کے اقتدار کی بنیادیں عوامی جواز یا امضاء (Popular Sanction) کے علاوہ کچھ اور ہیں۔ اس میں چند جزوی مستثنیات ضرور ہیں۔ میری دانست میں اکثر و بیشتر مسلمان ممالک کی یہی کمزوری ان کے داخلی نظاموں کی ناقابل رشک حالت کا ایک اہم سبب ہے۔ بیشتر مسلمان ممالک قانون کی حکمرانی آئین اور دستور کی

پابندی'آزاد عدلیہ'آزاد مقننہ'آزاد پریس'قومی مالیاتی وسائل پر عوامی کنٹرول اور جوابدہی کا نظام موجود نہیں۔ حصول آزادی کے بعد سے ان تمام ملکوں کو اپنی اپنی حیات اجتماعی کی نئی صورتگری کا چیلنج درپیش ہے اور اکثر مسلمان ریاستیں تاحال اس چیلنج کا کامیاب جواب دینے کے قابل نہیں ہوسکیں۔

ان میں سے اکثر ریاستیں تہہ در تہہ اور پیچ در پیچ عوامل کے باعث طاقتور مغرب کی خواہشات' ہدایات اور احکامات سے سرتابی کی حقیقی طاقت نہیں رکھتیں۔ یوں بھی مغرب کا علمی'تکنیکی'تہذیبی اور اقتصادی غلبہ اس قدر محیط ہے کہ مسلمان ریاستوں کا ان کے اثرات سے آزاد ہونا آسان نہیں۔ آج کی دنیا میں مسلمان معاشروں کی نئی صورتگری پر اثرانداز ہونے والے عوامل اور طبقات کا جائزہ لیا جائے تو حسب ذیل تین بڑے طبقات نظر آتے ہیں :

۱۔ علماً جس سے میری مراد روایتی علماً ہے۔

۲۔ ان ممالک کی اشرافیہ جو بالعموم مغربی افکار سے رہنمائی لیتی ہے اور اس کا نظام اقدار اسلامی اور مغربی عناصر پر مشتمل چوں چوں کا مربہ ہے۔

۳۔ ایسی اسلامی تحریکیں جو نہ تو پوری طرح علماً اور ان کے فہم اسلام کے تابع ہیں اور نہ ان کے مآخذ رہنمائی کلی طور پر مغربی ہیں۔

اس وقت عالم اسلام میں ان تینوں طبقات کے درمیان مسابقت کی ایک دوڑ جاری ہے جو کئی حوالوں سے کشیدگی پیدا کرنے کا باعث بھی بن رہی ہے۔ مسلمان ملکوں کی سیاسی آزادی کے بعد جب انہیں اپنی اپنی حیات اجتماعی کی تشکیل نو کا چیلنج پیش آیا تو اسلامی سکالرز کا ایک نیا طبقہ ابھرا جو اپنی بساط بھر اسلام سے بھی واقف ہے اس نے اسلام کو پڑھا اور سمجھا ہے اور مغرب کے عمرانی علوم سے بھی نابلند نہیں ہے اس طبقے کے ظہور کا آغاز پرنٹنگ پریس کی ایجاد'قرآن وحدیث کے تراجم کے فروغ'مغربی تہذیب کے فکری اور عملی غلبے کے خلاف فکری اور علمی رد عمل کے نتیجے کے طور پر ہوا تھا۔ پچھلے پچاس ساٹھ سال میں اس طرح کے اسلامی سکالرز کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے اور وہ درپیش مسائل اور چیلنجوں کا حل اپنے فہم و بصیرت کے مطابق پیش کر رہے ہیں۔

20 ویں صدی کے وسط تک مغربی سکالروں کو شکایت تھی کہ اسلام پر جدید لغت اور محاورے میں تصنیف کردہ لٹریچر بہت کم دستیاب ہے اور اگر کوئی جدید تعلیم یافتہ مسلم یا غیر مسلم طالب علم یا سکالر معاصر دنیا کے حوالے سے اسلام کو سمجھنا چاہے تو اسے بہت کم مواد میسر آتا ہے جبکہ قدیم لٹریچر کو سمجھنا ان کے لئے آسان نہیں لیکن اس وقت حالت یہ ہے کہ ممتاز ترین مغربی سکالرز یہ محسوس کر رہے ہیں کہ علمی جرائد اور کتابی صورت میں اسلام پر اتنا نیا لٹریچر ہر عشرے میں بلکہ ہر سال میں تخلیق ہو رہا ہے کہ

اس کا ساتھ دینا محنتی طالب علموں اور سکالروں کے لئے بھی آسان نہیں رہا۔ دنیا میں متعدد جرائد تو اسلامی موضوعات پر اظہار خیال کے لئے وقف ہیں جبکہ مغربی دنیا کے موقر اور وقیع اخبارات و جرائد میں بھی بڑی کثرت سے اسلامی علوم اور موضوعات پر چیزیں شائع ہو رہی ہیں۔ یہ ایک حوصلہ افزا علامت ہے جس سے ایک طرف یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دور حاضر کے چیلنجوں کے پس منظر میں مسلم سکالرز بالخصوص اور غیر مسلم بالعموم مطالعہ و تحقیق اور تنقید و تدوین کا کام بہت بڑے پیمانے پر کر رہے ہیں۔ دوسری طرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کے بارے میں مغربی مفکرین اور مستشرقین (Orientalists) کے اذہان بھی فہم اسلام کے حوالے سے اب بند نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اسلامی تعلیمات کا بہت حد تک معروضی مطالعہ کرنے کی استعداد سے بہرہ ور ہیں۔ چند عشرے پہلے تک اس طرح کے ذہنی اور فکری رویے کا نہ صرف فقدان تھا بلکہ ایک معاندانہ اور غیر معروضی طرز فکر محیط تھا اسلام کے بارے میں اس نئی علمی روایت کے فروغ کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ خود عالم اسلام کے اندر جدید و قدیم کے جامع سکالرز کا ایک بہت بڑا طبقہ روز افزوں ہے۔

میرا اندازہ یہ ہے کہ آنے والے عشروں میں اس نئے طبقے کے اثر و رسوخ میں اضافہ ہوگا اور اس کا فہم اسلام اور اس کا نظام اقدار مسلمان معاشروں کی حیات اجتماعی کی صورتگری اور فکری نہج کے تعین میں ایک اہم بلکہ فیصلہ کن عامل بن جائے گا۔ اور روایتی علمأ کے فہم اسلام کے متعدد اجزا غیر متعلق اور متروک ہو جانے سے بطور طبقہ ان کا اثر و رسوخ کم ہو جائے گا۔ جس طرح پچھلی صدیوں میں علمائے کرام کے افکار میں مختلف ملکوں اور طبقوں اور خطوں سے تعلق رکھنے کے باوجود فکر اور توضیحات میں بھی ایک قسم کی یکسانیت اور مماثلت ابھر رہی ہے اور سیاست 'معیشت' انسانی حقوق' معاشرت' اخلاقیات کے حوالے سے ایک مشترک اور مماثل فہم اسلام وجود میں آرہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی فہم اسلام امت مسلمہ کے مستقبل کی امید ہے۔ ملت اسلامی کی نشاۃ ثانیہ کا جو عمل پچھلی صدی کے اوائل اور وسط میں شروع ہوا تھا وہ اب تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے اس عمل کی تکمیل میں مذکورہ عامل سب سے زیادہ فیصلہ کن کردار ادا کرے گا۔

اس عامل کے زیر اثر مسلمان معاشروں میں شدت پسند مذہبیت اور ظواہر پر غیر معمولی زور دینے کا رجحان کم ہو جائے گا جن مسلمان ملکوں میں نظام حکومت اور حیات اجتماعی کے تمام شعبوں کو تعلیمات اسلام کے تابع کرنے اور تشکیل دینے کی جدوجہد اس وقت ہو رہی ہے وہ بتدریج جمہوری طور طریقوں کا سہارا لینا شروع کر دے گی۔ تشدد اور تصادم کا راستہ ترک ہونا شروع ہو جائے گا جس سے خود ان تحریکوں کی اپنی سوچ میں ایک تبدیلی آئے گی اور وہ تبلیغ' تعلیم' تربیت اور رائے عامہ ہموار کر کے

مطلوبہ نتائج پیدا کرنے کی کوشش کریں گی۔ مغربی طرز فکر کے پیروکار حکمران طبقات اور اشرافیہ سے ان تحریکوں کی مسابقت مسلح محاذ آرائی کا راستہ اختیار نہیں کرے گی اور بلٹ کی بجائے بیلٹ کا سہارا لینے کا رجحان بڑھ جائے گا۔ جن مسلمان ملکوں میں بظاہر اس وقت حکمران افراد' خاندانوں اور طبقات کے خلاف نظر آنے والی کوئی جدوجہد موجود نہیں ہے وہاں یہ نظر آنا شروع ہو جائے گی اور نئی صدی کے وسط یا اس کے کچھ بعد تک پہنچتے پہنچتے عالم اسلام میں شاید ایک بھی شخصی یا خاندانی حکومت باقی نہ رہے۔ اس کے لئے تحریک اور رہنمائی وہ مسلمان دانشور اور اسکالر فراہم کریں گے جو بڑی تیزی سے مسلمان ممالک کا ایک قابل لحاظ طبقہ بنتے جا رہے ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ رواں صدی کے نصف آخر کا عالم اسلام بحیثیت مجموعی داخلی حوالوں سے آج کے عالم اسلام سے بدرجہا بہتر اور اسلام کی سیاسی' اقتصادی اور معاشرتی تعلیمات کے قریب تر ہوگا۔ جو حضرات یہ رائے رکھتے ہیں کہ عالم اسلام ہر حوالے سے بتدریج روبہ زوال ہے انہیں اپنی اس رائے پر نظر ثانی کر لینی چاہیے۔ عالم اسلام کے ہمہ جہتی احیا کا عمل گزشتہ پانچ سات عشروں سے شروع ہو چکا ہے اور اس کا بدترین دور بتدریج تاریخ کا حصہ بنتا جا رہا ہے۔ عالم اسلام اس وقت بیداری کے ایک مرحلے سے گزر رہا ہے۔ مسلمان مفکرین اور دانشوروں اور مڈل کلاس اپنی موجودہ حالت سے سخت غیر مطمئن ہیں اور اسکو تبدیل کرنے کی شدید خواہش رکھتے ہیں اس خواہش کو آپ "احیائے آرزو" بھی کہہ سکتے ہیں اور ہر مثبت اور بڑی تبدیلی کا نقطۂ اول اور مرحلہ اول احیائے آرزو ہوتا ہے۔ احیائے آرزو کے اس عمل میں ابھی اور شدت اور گہرائی آئے گی اور اپنے اثرات مرتب کرے گی

عالم اسلام کے متعلق ایک اور عالم بھی غیر معمولی اہمیت اختیار کر رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا کے متعدد مغربی معاشروں میں مسلمانوں کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ان معاشروں میں مسلمانوں کی اہمیت تمام شعبہ ہائے زندگی میں بتدریج بڑھے گی۔ مغربی ممالک میں وجود میں آنے والے مسلمان معاشرے اور ان کے افراد عالمی جسد اسلامی میں تازہ اور توانا خون کا کردار ادا کریں گے بلکہ اقبال کی تو یہ رائے بھی ہے کہ مستقبل کے مسلمان آئمہ فکر انہی نوزائیدہ مسلمان معاشروں سے ابھریں گے اور دور حاضر کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کیلئے امت کو جس غیر معمولی طاقتور اجتہادی قوت اور استعداد کی ضرورت ہے وہ غالباً یہیں سے بروئے کار آئے گی۔ ۲۱ ویں صدی کے آخری عشروں میں مسلمان آبادی کے لحاظ سے عیسائیوں' ہندوؤں اور چینیوں تینوں سے آگے نکل جائیں گے اور دنیا کی کل آبادی کا چوتھائی حصہ بن جائیں گے۔ اکثر مسلمان معاشروں میں ۲۵ سال سے کم عمر کی آبادی کا تناسب ۶۰ فیصدی کے لگ بھگ یا اس سے بھی قدرے زیادہ ہے اور یہ نوجوان آبادی آنے والے عشروں میں ہمیشہ سے بڑھ کر موثر کردار ادا کرے گی۔

مغربی معاشروں میں جنم لینے والے نئے Mini یعنی چھوٹے مسلمان معاشروں اور امت مسلمہ کی نوجوان نسل کو میں عملاً "جدید امت مسلمہ" کا نام دیتا ہوں جو پرانی امت مسلمہ کے بطن سے جنم لے رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ جدید امت مسلمہ ماضی سے مکمل فکری اور عملی انقطاع کی آئینہ دار نہیں ہے لیکن جوہری طور پر اس سے مختلف اور بہتر ہوگی۔ یہ آنے والے عشروں میں عالم اسلام کا سب سے قیمتی سرمایہ ہوگی۔ امت مسلمہ کی نئی نسل علمی اور فنی لحاظ سے موجودہ نسل سے برتر ہوگی اور مغربی دنیا میں مقیم مسلمان اقوام بالعموم اور ان کی نئی نسل بالخصوص مغربی علوم سے بھی بہرور ہوگی۔ ان پر عبور کی حامل ہوگی اور جوہری اسلامی تعلیمات سے انکا تعلق بھی محکم ہوگا۔ جو لوگ مغربی دنیا میں آباد اور مقیم مسلمانوں کی سوچ اور ان کے رجحانات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ اپنے دین اور اپنی ثقافت سے ان کا تعلق روایتی مسلمان معاشروں میں مقیم لوگوں سے کسی طرح کم مضبوط نہیں ہے اس لئے اگر میری اصطلاح کے مطابق "جدید امت مسلمہ" ایک نئے عالم اسلام کی نقیب (Harbinger) اور پرچم بردار بن جائے تو کچھ عجب نہ ہوگا۔

اقبال کے الفاظ میں :

جہانِ نو ہورہا ہے پیدا وہ عالم پیر مررہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنادیا ہے قمار خانہ

اقبال ہی کا ایک اور شعر :

کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد
نہیں ہے میری نظر سوئے کوفہ و بغداد

اقبال کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔

ایک تیسرا اور جدید عامل بھی قابل لحاظ ہے اگرچہ مغرب کا پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا دنیا پر چھائے ہوئے ہیں لیکن انٹرنیٹ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے دوسرے مظاہر نے میڈیا پر مغرب کی اجارہ داری توڑ دی ہے یا کم از کم اسے بہت کمزور کردیا ہے۔ مسلمان دانشور اور مفکرین انٹرنیٹ کے ذریعے عالمی امور پر اپنا موقف اور نقطہ نظر روز افزوں دنیا تک پہنچانے کے قابل ہوگئے ہیں یوں اذہان کی جنگ (Battle of Minds) میں مسلمان دانشوروں کے ہاتھ میں ایک ایسا ہتھیار آگیا ہے جو ان کے زیادہ صائب اور محکم نظریات کو مسابقت کے میدان میں لانے کا ذریعہ بن رہا ہے۔ اور کچھ عجب نہیں کہ یہ ذریعہ اسلامی افکار کی برتری کا وسیع ادراک پیدا کرنے کا باعث بن جائے۔ انٹرنیٹ کی طاقت مغربی عالمی نشریاتی اداروں سے کم نہیں۔ اگرچہ دونوں کا انداز کار مختلف ہے مگر انٹرنیٹ کی ایجاد سے پہلے مغرب کو جو

قریب قریب واک اوور حاصل تھا اب ویسا نہیں رہا۔ میری دانست میں ان تین عوامل نے عالم اسلام کے ضعف کے عوامل کا ایک حد تک توڑ کر دیا ہے۔

میں نے عالم اسلام میں جدید تعلیم یافتہ سکالروں کے ایک نئے طبقے کے ظہور کی طرف جو اشارہ کیا ہے اس نے بعض مسائل بھی پیدا کئے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ پیدا ہوا ہے کہ مسلمان معاشروں میں تعبیر اسلام کا اختیار کسے حاصل ہے پہلے اس میدان میں روایتی علماً کو اجارہ داری حاصل تھی وہ فیصلہ کرتے تھے کہ کسی پیش آمدہ مسئلے پر اسلام کی تعلیم اور اس کا حکم اور موقف کیا ہے۔ چند عشرے پہلے تک پیش آمدہ مسائل پر اسلام کی تعلیمات کی وضاحت کا اختیار کلی طور پر طبقہ علماً کے پاس تھا۔ مثلاً وہی فیصلہ کرتے تھے کہ کون سا لباس تعلیمات اسلام سے متصادم ہے یا نہیں، میز کرسی پر بیٹھ کر کھانا جائز ہے یا نہیں، تصویر اتروانا حرام ہے یا مباح، مساجد میں بجلی کا استعمال، لاؤڈ سپیکر پر اذان اور جماعت و قرأت درست ہے یا نہیں۔ ان مسائل پر تو اب اختلاف بہت کم ہو گیا ہے لیکن سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، تہذیبی اور اخلاقی دوائر میں علماً کی تعبیرات اور غیر روایتی اسلامی مفکرین کی توضیحات میں اس وقت بھی فرق و اختلاف پایا جاتا ہے اس کا ایک چھوٹا سا اظہار ڈھاکہ ہائیکورٹ کے ڈویژن بنچ کا ایک حالیہ فیصلہ ہے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ فرق و اختلاف بھی کم ہو گا اور ایسی تعبیرات قبول عام کا درجہ حاصل کر لیں گی جو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے متصادم نہیں ہوں گی لیکن جدید تقاضوں سے بھی ہم آہنگ ہوں گی۔ جدید و قدیم کے امتزاج کا یہ عمل مسلمان معاشروں میں اب روکا نہیں جا سکتا۔ اور میں عالم اسلام کے مستقبل کا انحصار اسی عمل کی موثر پیش رفت پر سمجھتا ہوں۔ اس عمل کے آگے بڑھنے ہی سے امت مسلمہ کے داخلی مسائل حل ہوں گے اور وہ بیرونی چیلنجوں کا زیادہ موثر اور کامیاب مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکے گی۔

آپکے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ امت مسلمہ میرے بیان کردہ تجزیئے کی روشنی میں تو ایک تدریجی اور ارتقائی عمل کے ذریعے داخلی اور خارجی چیلنجوں کا موثر جواب دینے کے قابل ہو گی۔ سوال یہ ہے کہ اس وقت اسے کیا کرنا چاہیے۔ میرا جواب یہ ہے کہ آن واحد میں (over night) امت مسلمہ کی کایا پلٹ کا معجزہ ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔ یہ لامحالہ ایک لمبا عمل ہو گا جس میں کبھی ایک قدم آگے بڑھے گا تو ایک قدم پیچھے بھی ہٹے گا۔ او آئی سی کو قائم ہوئے ۳۲ سال ہو چکے ہیں، تمام اہم عالمی امور اغیار کے ہاتھوں میں ہیں اور سوا ارب سے زائد نفوس اور ۵۶ ممالک پر مشتمل یہ امت عالمی معاملات میں پر کاہ کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی۔ یہ حالت بلاوجہ نہیں ہے اس کے ٹھوس قابل فہم معروضی اسباب ہیں۔ جوں جوں ملت اسلامیہ کے ارکان کی انفرادی اور امت کی اجتماعی نشاۃ ثانیہ کا عمل آگے بڑھے گا وہ عالمی سیاست میں بتدریج ایک قوت بنیں گے ان کی آواز سنی جائے گی اور وہ امت کے مفادات کی حفاظت

کر سکیں گے۔

میری دانست میں نئی صدی کے نصف آخر میں اقبال کے اس خواب کے حقیقت کا جامہ پہننے کے امکانات روشن ہو جائیں گے کہ تمام مسلمان ممالک پہلے اپنی اپنی جگہ پر اپنے آپ مضبوط بنائیں اور اپنے اپنے ہاں اسلام کی سیاسی' اقتصادی اور تہذیبی تعلیمات پر عمل کریں اور پھر ان سب کے اشتراک سے ایک موثر اور طاقتور "اسلامی دولت مشترکہ" وجود میں آئے۔ اس منزل تک پہنچتے پہنچتے عالم اسلام بے کسی اور بے بسی اور اثر آفرینی کے فقدان کی موجودہ حالت سے بتدریج نکلنا شروع ہو جائے گا اور جب ایک نئی اسلامی دولت مشترکہ وجود میں آجائے گی تو وہ عالمی سیاست میں ایک موثر قوت ہوگی جس کی آرأ اور مفادات کو کوئی نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ یہ مجوزہ اسلامی دولت مشترکہ رسمی طور پر عالم اسلام میں خلافت کا منصب بحال کر سکے یا نہ کر سکے اس کی قوت اور اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکے گا۔

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ کی ایک اور پیشکش

انوارِ حق (جلد اول)

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم استاذ حدیث و تفسیر حضرت مولانا انوار الحق حقانی صاحب کے خطبات اور مواعظ جمعہ کا حسین گلدستہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات کی ایک جھلک "الولد سر لابیہ" کا ایک نمونہ علوم و معارف کا خزینہ مختلف موضوعات پر علمی و دینی اور روح پرور تقاریر کا دلچسپ مرقع "از دل خیزد بر دل ریزد" کا صحیح مصداق' سلاست اور جامعیت میں اپنی مثال آپ ہے' خطبأ واعظین' مبلغین' اور اصلاحی حلقوں میں یکساں مفید ہے۔

مرتبین

حافظ فضل اللہ جان سواتی

حافظ سلمان الحق حقانی

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ